Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.104, 2016 pp 157 - 172

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۴

صدائے فقیر

(ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی پنجابی نظموں کے اوّلین مجموعے کا موضوعاتی، فنی، فکری اور تنقیدی مطالعہ)

محمد جنید اکرم☆

Abstract:

" SDAA E FAQIR " ,published in 1924, is the first poetic cullection of DR. Faqir Muhammad Faqir (Baba e punjabi). The book is the first compilation of punjabi verses in 20th century.This article is an attempt to make thematic, stylistic, critical and intellectual study of " SDAA E FAQIR ". Almost, all the poems in this volume have been read on the stage of " ANJUMAN HAMAAYAT E ISLAM" the supereme political platform for Muslims during freedom movement of India. Dr. Faqir is counted among the most significant and noteworthy poet of this era.

Key Words:

''صدائے فقیر'' پنجابی زبان کے شعری ادب میں نظموں کا اولین مجموعہ ہے جس کے شاعر بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ ہیں۔ اِس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا۔ پہلے ایڈیشن کا سائز ۲۰×۳۰=۸ ہے۔اِس ایڈیشن کی کتابت/ خطاطی پاک و ہند میں امام الخطاط حضرت عبدالمجید پرویںؒ رقم نے کی ہے۔ٹائٹل صفحے پر بڑے سائز میں ''صدائے فقیر'' لکھا ہے۔لفظ فقیر کے نیچے چھوٹا سا ''پروین رقم'' اور صدائے فقیر کے اوپر یہ شعر لکھا گیا ہے :

درد مندا جے پڑھنے ہونی درد منداں دے حالے
کدی کدی مُڑ پھول لویں توں دفتر دُکھاں والے (۱)

☆ ریسرچ اسکالر ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ریسرچ چیئر اوری اینٹل کالج، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

صدائے فقیر، کے بعد لفظ فقیر لکھا گیا ہے۔ بار اوّل کے آگے کوئی مہینہ، سن یا تاریخ نہیں لکھی گئی، کتاب کی اشاعتی تعداد کے آگے ۱۰۰۰ (ایک ہزار) درج ہے اور قیمت کی رقم بھی نہیں لکھی گئی، پبلی شر کا نام نہیں لکھا۔ پچھلے ٹائٹل پر صفحے کے درمیان میں ''جملہ حقوق محفوظ'' لکھ کر نیچے دو سطروں میں یہ تحریر ہے'' ملنے کا پتہ : ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، تکیہ حضرت معصوم شاہؒ صاحب گوجرانوالا'' بعد ازاں نیچے کچھ فاصلے پر ناشر کا نام اس طرح درج ہے :''حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام (شیخ) حسن الدّین مینجر چھپا''

صفحہ نمبر ایک پر درمیان میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' خوب صورت ڈیزائن میں لکھ کر بڑے سائز میں صدائے فقیر لکھا ہے۔ نیچے دائیں طرف (مُرتبہ و مصنفہ) لکھ کر اگلی تین سطروں میں شاعر کا نام اِن الفاظ میں مرقوم ہے: ''مجددِ سخن، ترجمان الاسرار، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، ایم بی ایس، ایم بی ایچ اینڈ ایم پی ایچ سی، گوجرانوالا''۔ صفحہ نمبر دو پر اس ایڈیشن کا انتساب بعنوان ''نذر'' لکھتے ہوئے بابائے پنجابیؒ رقم طراز ہیں:

> '' مَیں اپنی ایس ادبی کھیچل دا ڈھووا ہر اوس بھرا تے وڈیرے دی خدمت وچ ڈھوناں واں جہدے دِل وچ کجھ وی قومی تے مُلکی بھائی چارے دی کِھچ تے پیڑ اے۔
>
> ع دُونی عزت شعر میرے وی جے کر یار قبولن، (فقیر)'' (۲)

اِس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مئی ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا جس کا انتساب تبدیل کر کے اس طرح لکھ دیا گیا جو بعد میں شائع ہونے والے ایڈیشنوں میں اسی طرح لکھا چلا آ رہا ہے :

> '' غلامی دے منحوس دِناں دی نذر '' (۳)

اِس ایڈیشن کے بالکل آغاز میں بھی پہلے ایڈیشن والا شعر اُسی طرح درج ہے۔ آغاز میں بابائے پنجابیؒ نے مختصر پیرائے میں اپنے خیالات کا اظہار اِن الفاظ میں کیا ہے :

> '' فرنگی غلامی دیاں اوہ جُھکاں جہناں دے نال دِل دے گھاہ سدا ای ہرے رہے مَیں کویں جریاں تے میرے ساتھیاں دا بھولا صبر میتھوں کیہ چاہندا رہیا ''صدائے فقیر'' کجھ ا جہیاں جھریٹاں دا دُکھاواں جیہا نقشہ اے جہنوں مَیں پہلی وار ۱۹۲۴ء وچ پیش کر چُکاں۔ ہُن دُکھاں دیاں اوہو پرانیاں یاداں دُکھی دِلاں دی دُہرائی لئی اَج دُوجی واری پیش کر رہیاں۔ آس اے کہ خبرے ایہناں دی ایہہ دُہرائی ہی زخمی دِلاں دے پرانے تے الھے زخماں لئی مرہم دا کم دے جائے'' (فقیر، مئی ۱۹۵۴ء) (۴)

تیسرا ایڈیشن میاں مولا بخش کشتہ اینڈ سنز ناشران وتاجران کتب ۴ٹمپل روڈ، لاہور نے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔ اِس ایڈیشن کی اشاعتی تعداد ''تیجی وار، ایک ہزار اور قیمت بہتر پیسے (۱۲ آنے)'' درج ہے۔ تیسرے ایڈیشن کے شروع میں مہینہ وار ''پنج دریا'' لاہور کے ایڈیٹر، میاں مولا بخش کشتہ کے صاحبزادے، معروف پنجابی لکھاری اور اِس ایڈیشن کے پبلی شر محمد افضل خان نے '' مکھ بند'' کے عنوان سے چار صفحات لکھے ہیں جن کے اختتام پر تاریخ ۲۰، اکتوبر ۱۹۵۸ء درج ہے۔ محمد افضل خان کے مطابق :

> ''پنجابی بولی نوں جہناں گنتی دے کجھ گنیاں چنیاں بندیاں تے مان تران ہوسکدا اے اوہناں وچوں اِک ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ہن۔۔۔۔۔صدائے فقیر دی ہر نظم کیہ ہر شعر دِلی سوز دی تصویر تے وجدانی نشتر اے''۔(۵)

''صدائے فقیر'' کا چوتھا ایڈیشن اگست ۲۰۰۷ء میں راقم الحروف نے بزمِ فقیر، پاکستان، کے زیر اہتمام شائع کیا۔ اب پانچواں ایڈیشن اشاعت کے لیے تیار ہے جو اِن شآءاللہ ۲۰۱۷ء کے آغاز میں شائع ہوگا۔

اِس شعری مجموعے میں سترہ (۱۷) نظمیں، اور چونتیس (۳۴) رباعیات قطعات اور چومصرعے شامل کیے گئے ہیں۔ ''صدائے فقیر'' ۱۱۸ صفحات پر مشتمل مختصر شعری مجموعہ ہے مگر درحقیقت فقیر کی طویل نظموں پر مشتمل یہ صدا مسلمان اُمت کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ایوانوں میں اس طرح گونج رہی ہے کہ اِس کو پڑھنے والے ہر دردمند اور مومن دِل کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیتی اور دراڑیں ڈال دیتی ہے۔

''صدائے فقیر'' میں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے پنجابی شاعری کی زمانہءقدیم سے چلی آرہی روایت کے ساتھ موضوعاتی لحاظ سے بغاوت کرتے ہوئے پنجابی میں بالکل نیا اندازِ سخنوری متعارف کروایا اور اپنی سوئی ہوئی قوم کے ضمیر کو جگانے کا کام کیا۔ دراصل خطہء ہندوستان میں یہ کام قبل ازیں مولانا الطاف حسین حالی، مولانا محمد علی جوہر، اکبرالہٰ آبادی، مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال اُردو/ فارسی زبانوں کی شاعری میں بطریق احسن سرانجام دے چکے تھے۔ اِسی طرح ملک لال دین قیصر، اُستاد چراغ دین عشق لہر، اُستاد کرم امرتسری، محمد دین میر، ظہیر نیاز بیگی، حکیم شیر محمد ناصر، مولانا محمد بخش مسلم اور ڈاکٹر فقیر محمد فقیر پنجابی زبان میں منظرِ عام پر آنے والی سیاسی اور تحریکی شاعری کے میدان میں اوّلین صف کے مجاہد لکھاری کی حیثیت میں سامنے آئے (۶)۔ یہ تحریک آزادیء ہند کا زمانہ ہے۔

تحریک حصول پاکستان اُس دور کے ہندوستان میں چلنے والی دوسری بڑی تحریک تھی جو ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کے خطبہء الہ آباد کے زیر اثر شروع ہوئی۔ ''صدائے فقیر'' تحریک آزادیء ہند کے زمانے کی شاعری ہے۔ فقیر محمد نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو اُن کے دل میں اپنی مادری زبان کی محبت عشق اور جنون بن کر پیدا ہو چکی تھی لہٰذا اُنھوں نے اپنے شعری افکار کے اظہار کے لیے پنجابی زبان ہی کا انتخاب کیا۔ پنجابی زبان صدیوں پرانی ہونے کے باوجود صرف شاعری تک ہی محدود رہی اور شاعری میں بھی زیادہ تر عشقیہ، صوفیانہ، مذہبی، دینی اور فقیرانہ مسائل ہی کو شعرا نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ دراصل پنجابی کے شہرہ آفاق صوفی شعراء ''شاعر صوفی'' کی بجائے ''صوفی شاعر'' تھے۔ اُن کے کلام کی اہمیت، افادیت اور ہمیشہ زندہ و پائندہ رہنے کی صلاحیت کا اعتراف کرنے میں تو دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں لیکن ڈاکٹر فقیر کے شعوری دَور (۱۹۱۵ء) تک آتے آتے ہندوستان اور عالم اسلام جن مسائل اور حالات کا شکار ہو چکا تھا وہ انتہائی ناگفتہ بہ تھے۔ ڈاکٹر فقیر کی زندگی بھی داخلی اور خارجی طور پر نہایت گھمبیر مسائل کا شکار تھی۔ اُس پر مزید یہ کہ طبعیت میں کم سِنی ہی سے شعور کی پختگی اور حساس پن بَلا کا تھا۔ اپنے جنون کا اظہار کرنے کو اُن کے لیے شاعری سے زیادہ بہتر کوئی ذریعہ نہیں تھا لہٰذا کم سِنی میں اپنے محبوب والد کی اچانک وفات (۱۹۱۵ء) پر شدید ترصدمے کے عالم میں ایک مرثیہ کہا جس کا مطلع اِس طرح ہے :

دِل دی وسدی وستی اُجاڑ میری، واسی آپ نیں کِتے سدھار چلّے
رونا دے کے میریاں اکھیاں نوں، لے کے دِل دا صبر قرار چلّے(۷)

اس دَور میں بالعموم سیاسی جلسوں میں شعراء ایسی نظمیں سناتے جو کہ ہندوستانیوں میں غلامی کی زندگی سے نجات پانے کے لیے اُن کا لہو گرم کرنے کا اِک بہانہ ہوا کرتی تھیں۔ اِس شاعری نے واقعی قوم کے لہو کو خوب گرمایا اور یہ شاعری انگریزی تخت وتاج پر شعلے بن کر ایسے برستی رہی کہ اُس نے انگریزی تخت وتاج کو بھسم کر کے رکھ دیا۔ مگر اُس دور کے اکثر شعراء کا کلام جلسوں اور مشاعروں کی فضاؤں میں بکھر کر وقت کے قبرستان میں دفن ہوتا چلا گیا۔ بدقسمتی سے اُس شاعری کو کتابی صورت میں محفوظ نہیں کیا گیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے پنجابی شعراء میں اپنی شاعری کو کتابی صورت میں چھاپنے کا رواج ابھی عام نہیں ہوا تھا۔ گذشتہ صدی کے آغاز میں ''صدائے فقیر'' اس سلسلے کا اوّلین شعری مجموعہ ہے جو کتابی صورت میں منظر عام پر آیا۔ یہ کتاب پنجابی نظموں کا مجموعہ ہے جس میں بعض نظمیں خطابیہ انداز میں لکھی گئی ہیں جن میں بالخصوص مُسلم اُمہ اور

بالعموم اہالیان ہندوستان سے خطاب کیا گیا ہے۔

''صدائے فقیر'' کے آغاز میں چار شعروں کی ایک عربی حمدیہ نظم بعنوان ''اللہ'' شامل ہے جس میں اللہ کریم کے صفاتی اسمائے مبارک کو موتیوں اور جواہر کی مانند چھوٹی بحر کے مصرعوں میں پرو کر بارگاہِ ربوبیت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ بعدازاں چھوٹی بحر میں ایک نظم بعنوان ''حمد'' شامل کی گئی ہے۔ یہ نظم پندرہ (۱۵) چومصرعی بندوں پر مشتمل ہے۔ یعنی کل مصرعوں کی تعداد ساٹھ (۶۰) ہے۔ ٹیپ کا کوئی مصرع نہیں ہے :

لکھاں حمد کیہ رب غفور تیری
ذات پاک نوراً علیٰ نور تیری
جھل سکیا نہ جھلک طُور تیری
تیری قدرت نرالی دا راز عجب اے(۸)

اِس کے بعد چار شعروں پر مشتمل ایک مختصر نظم بعنوان ''نعت'' شامل کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نظمیں بعنوان ''اللہ'' اور ''نعت'' اپنی ہیت کے اعتبار سے دَرحقیقت قدیم طویل بحروں میں تخلیق شدہ چومصرعے ہیں جن کے چاروں مصرعوں کو نظریہء ضرورت کے تحت درمیان میں سے توڑ کر چھوٹی نظموں کی خوب صورت، صورت دے دی گئی ہے۔ حمد و نعت ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ کا مَن پسند موضوع ہے۔ اِس میدان میں قلم کا گھوڑا دوڑانے میں بہت کم قلم کار اُن کے ہم پلہ نظر آتے ہیں۔ اپنے داخلی اور خارجی معاملات کا تذکرہ حمد و ثنا میں بیان کرنا فقیر کا مرغوب اندازِ سخن ہے۔ بارگاہ ایزدی اور دربار نبوت میں عجز و انکساری سے پیش ہونے کا فقیرانہ انداز نظر آتا ہے۔ حمد میں بعض اوقات فقیرانہ جلالت بھی آ جاتی ہے مگر وہاں بھی عجز کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔

کردا دُشمناں دے میل جول رہنائیں
ساتھوں دُور رہنائیں کدی کول رہنائیں
خبرے کیہ کردا گول مول رہنائیں
ہراک کار تیری کارساز عجب اے(۹)

'' رہبرِ اعظم ﷺ '' ہیت کے اعتبار سے مسدس اور موضوع کے اعتبار سے نعتیہ نظم ہے جس کے بارہ (۱۲) بند یعنی بہتر (۷۲) مصرعے ہیں۔ یہ نظم انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں خان

بہادر قلندر علی خان صاحب، پبلک پراسیکوٹر کی صدارت میں پڑھی گئی۔ اِس نظم میں دُنیا کی معاشرتی زبوں حالی اور اخلاقی زوال کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور صاحب عالم ﷺ کی دُنیا میں تشریف آوری اور پھر آپ کی رہنمائی اور رہبری سے اس دُنیا کے جہالت کے اندھیروں سے روشنیوں کی جانب سفر شروع کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ زمانہ بھر کے تمام مکتبہ فکر کے علماء، فلسفہ دان اور نکتہ چین دربار نبوت میں سے فیض یاب ہونے کے لیے متوجہ ہونے لگے۔

فیض پان اوس علم دے دوار اُتے لکھاں چل کے فلسفہ دان آئے
جالینوس، سقراط، بقراط ورگے افلاطون آئے تے لقمان آئے
دعوے دار علماء یونان والے ہو شاگرد در تے فیض پان آئے
سُن کے شہرتاں اُمی رسول دیاں بڑے بڑے اُستاد زمان آئے
اوہنے کئی کیتے دِین دار پیدا مِلیا سبق جھڑا طالب دِین دے نوں
پاک قدماں دی حرکت نے کر دِتا اُچا عرش توں رُتبے زمین دے نوں(۱۰)

بعدازاں پہلی نظم بعنوان ''بیتے ویلے دی یاد'' شامل کی گئی ہے۔اس نظم میں خالصتاً مسلم اُمت کو خطاب کیا گیا ہے۔ یہ مسدس نظم ہے جس کے چھے (٦) بند اور چھتیس (٣٦) مصرعے ہیں۔خواجہ فیروز الدین احمد، بارایٹ لاء میونسپل کمشنر لاہور کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔یہاں اس نظم کا پہلا اور آخری بند پیش کیا جارہا ہے :

مسلم یاد ای وقت جد وچ دُنیا ہر اِک قوم نالوں سرفراز سیں توں
عِلم ، ہُنر، حکمت، صنعتکاریاں دا واقف کار ناہیں محرم راز سیں توں
تیرا آکھیا کوئی نہ موڑدا سی دُنیا ناز سی، ناز بردار سیں توں
آشنا سی سارا جہان تیرا ایسے درد دی بھری آواز سیں توں
تریاں شاناں تے مرتبے ویکھ کے تے بڑے بڑے شاناں والے ترسدے سن
ماہر سن بھاویں منطق فلسفے دے پر محتاج مسلم تیرے درس دے سن

اَج ویکھ دُنیا کیہ پئی آکھدی اے، پہلاں وانگ تیری اوہ توقیر نہ رہی
کُند ذہن تے پست دماغ آکھن، تیرے علم دی تیز شمشیر نہ رہی

کر دھیان ذرا اُچی شان والے، پستی وچ اج تیری نظیر نہ رہی
قومی غیرت دا نام نشان ناہیں، تے اوہ دِین دی اُلفت فقیر نہ رہی
صد افسوس تیری پہلی شان شوکت، آوے نظر نہ اَج جہان اندر
ہے سَیں کیہ تے ہُن کیہ ایں سوچ تے سہی، جھاتی مار ذرا گریبان اندر(۱۱)

اِس کے بعد ایک اور طویل نظم بعنوان ''نوری شمع'' شامل ہے۔''نوری شمع'' مسدس نظم ہے۔ چوبیس (۲۴) بند اور ایک سو چوالیس (۱۴۴) مصرعے ہیں۔آنریبل، خان بہادر چوہدری سر شہاب الدین صدر پنجاب دستور ساز کونسل کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ اس نظم کا آغاز عام جلنے والی شمع سے گفتگو کرنے سے کیا گیا ہے۔شمع اپنی اہمیت بیان کرتی اور اس پر ناز کرتی ہے جبکہ شاعر اُسے پروانوں کو جلا ڈالنے والی اور صرف ایک رات کی زندگی رکھنے والی چیز قرار دے کر اُس کی حقیقت کو نور کی بجائے نار کا وجود رکھنے والی فانی اور ناقص قرار دیتے ہیں۔اصل نوری شمع شاعر نے اِس نظم میں حضرت محمد ﷺ کے وجود اطہر کو قرار دیا ہے جن سے زمین و آسمان ازل سے منور ہیں اور ابد تک منور رہیں گے :

ہر زمانے، ہر وقت، ہر بزم اندر ایسے شمع دیاں مدح خوانیاں سن
عبدالمطلب دے نوری مُکھڑے تے ایسے دیاں ای نور افشانیاں سن (۱۲)

بعدازاں چھوٹی بحر میں ایک نظم بعنوان ''علامہ اقبال'' ۳۲ اشعار پر مشتمل بھی اِس مجموعہ میں شامل ہے جس میں اپنے ہم عصر حکیم الامت اور دانائے راز شاعر مشرق و مغرب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی مدح سرائی کی گئی ہے۔

سی محفل شعر دی بدنام ہوئی
سویر علماں دی کالی شام ہوئی
سی بے روح شاعری بے جان باقی
ادب نہ اوہ ادب دی شان باقی
سر بازار علمی لال آیا
اِس اُجڑی بزم وچ اقبال آیا

فقیر اوہ صدر حاضر بزم دا اے
مجدد اوہ جہان نظم دا اے (۱۳)

صدائے فقیر میں شامل ایک نظم بعنوان ''پیام اتفاق'' ہے۔ اِس نظم کو اُس دور میں بہت زیادہ شہرت مِلی۔ یہ نظم پمفلٹ کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے عوام الناس میں تقسیم کی جاتی رہی۔ ''پیام اتفاق' مسدس نظم ہے۔ جو پچیس (۲۵) بند اور ایک سو پچاس (۱۵۰) مصرعوں پر مشتمل ہے۔ یہ نظم خان بہادر شیخ امیر علی صاحب، ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ اِس نظم میں خصوصاً ہندوستانیوں کو خطاب کرتے ہوئے شاعر اپنے ایک خواب کو بیان کرتے ہیں جس میں وہ عالم خواب میں برطانیہ کے شہر لندن کا سفر کرتے ہیں۔ اُس شہر کی جدید تر زندگی سے شاعر بے حد وحساب متاثر ہوتے ہیں۔ شہر کی سیاحت کے دوران میں شاعر کی ملاقات ایک نہایت خوبرو، دراز قد اور متاثر کن شخصیت کے مالک نوجوان سے ہوتی ہے۔ شاعر اُس سے اُس کی شناخت بارے سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں ''اِتفاق'' ہوں جو تمہاری قوم میں صدیوں رہا تو تمہارے بزرگوں نے دُنیا پر حکمرانی کی اب تُم نے مجھے بھلا دیا اور اپنے دیس سے دیس نکالا کر دیا تو مَیں یہاں آ گیا ہوں۔ اب برطانیہ والوں نے مجھے اپنالیا ہے اور یہ دُنیا پر راج کر رہے ہیں۔

میرا نام ''اِتفاق'' ہے مُورکھا اوئے توں نہیں جان دا تے جگ جان دا اے
رِشتہ بڑا نزدیک دا وِچ دُنیا میرے نال بنی نوع انسان دا اے (۱۴)

فقیر کا اندازِ سخنوری اُردو زبان کے مولانا الطاف حسین حالی، مولانا محمد علی جوہر، اکبر الہ آبادی، مولانا ظفر علی خان اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ جیسے شعراء سے بہت متاثر نظر آتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ کلام فقیر کے موضوعات اور مخاطبوں اور متذکرہ بالا شعرائے کرام کے موضوعات اور مخاطبین میں بہت زیادہ مماثلت ہے۔ مگر فقیر اپنی بات اپنے رنگ ڈھنگ میں کرتے ہوئے اپنے خیالات کو اپنی زبان کا جامہ نہایت خوبصورت انداز میں پہناتے ہیں۔ اُن کی زبان میں پنجاب کے خالص لب ولہجہ کے رنگ ڈھنگ اور اُن کا منفرد شاعرانہ اُسلوب ہے۔

صدائے فقیر میں شامل ''شاعر'' کے عنوان سے ایک مسدس نظم ہے۔ جس کے نو (۹) بند اور چون (۵۴) مصرعے ہیں۔ یہ نظم شیخ دِین محمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹس (قیام پاکستان کے بعد گورنر

سندھ بھی رہے) کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ اس نظم میں شاعر کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

میرا قلم نہ جے ترجمان بن دا بے زبان غریب یتیم ہُندے
رستے رحم تے فضل دے کُھلدے نہ جے نہ ادب دے فضل عظیم ہُندے (۱۵)

''کشمیر نال گل'' مسدس نظم ہے۔ جس کے سولہ (۱۶) بند اور چھیانوے (۹۶) مصرعے ہیں۔
یہ نظم شیخ عطاء محمد صاحب پبلک پراسیکیوٹر کمشنر قسمت راولپنڈی، ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کی موجودگی میں کشمیری زراعتی بورڈ کے دوسرے جلسے منعقدہ گوجر خان میں پڑھی گئی۔ اپنے آبائی اور جنت نظیر وطن کا تذکرہ کرتے ہوئے کشمیر کی حسین وجمیل وادیوں کی منظر نگاری کرتے اور قاری کو کشمیری کوہ و دمن کی سیر کرواتے ہیں۔ کشمیریوں کے بنیادی حقوق تلف ہونے اور اُنھیں اِنصاف نہ ملنے کا واویلا کرتے ہوئے نظم کا اختتام کرتے ہیں :

اے فقیر قانون دے فلک اُتے بدل حق تلفی دے پئے گجدے نیں
دعوے دار سچائی دے سن جہڑے اَج اوہ سچ توں صاف پئے بھجدے نیں (۱۶)

''حیاتی دا چور'' کے عنوان سے چھوٹی بحر میں طویل نظم شامل ہے جس میں سورج کو زندگی چرانے والا قرار دیا گیا ہے۔ اِس نظم کو منظر نگاری کی نہایت خوب صورت مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ سورج طلوع ہوکر آہستہ آہستہ عروج پر پہنچتا اور دُنیا پر اپنی حکومت قائم کرتا اور پھر غروب ہوتے ہوئے ہماری زندگیوں کا ایک دِن چرا کر لے جاتا ہے۔ اِس طرح آہستہ آہستہ وہ ہماری ساری زندگی چرا لیتا ہے۔
''حیاتی دا چور'' چھوٹی بحر میں لکھی ہوئی نظم ہے جس کے چونسٹھ (۶۴) شعر اور ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) مصرعے ہیں۔

چمکی جاں فجرے اِک دِن سورج دی پہلی اِک کرن
بس اِک پل وچ ہو گئی دُنیا تے شاہی اوس دی
اُتر فلک تھیں آ گیا اِک کفن کالے رنگ دا
رات اوس نوں جگ آکھدا ہر سُو ہنیرا جاپدا
ہویا دفن اِس شان وچ لہندے دے قبرستان وچ

ماتم ساں اوہدا کررہیا بستر تے غم تھیں تڑفدا
پھڑ کے کنونی کن دی بولی رکرن اک چن دی
ایہہ چور تیری حیات دا اک دن چرا کے لے گیا
انجے حیاتی سب تری اک اک کر کے سب تری
ساری چرا لے جائے گا مُنہ موت دے جا لائے گا (۱۷)

ڈاکٹر فقیر فی الواقعی شاعر پنجاب اور ترجمان الاسرار کہلوانے کے حقدار ہیں۔ اُنھوں نے ایسے ایسے موضوعات پر قلم کشائی کی ہے جو عام شاعر کی خیالی دسترس میں آ ہی نہیں سکتے۔ مثلاً ایک طویل نظم بعنوان ''تلوار تے مُسلم'' صدائے فقیر میں شامل ہے۔ یہ مسدس نظم ہے جس کے بائیس (۲۲) بند اور ایک سو بتیس (۱۳۲) مصرعے ہیں۔ شاعر سوچوں میں محو ہو کر کسی انوکھے موضوع کی تلاش میں اپنے بحر خیال میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ کسی نویکلے مضمون کی جستجو میں محو شاعر کو تلوار کا نقش سامنے نظر آ جاتا ہے۔ شاعر تلوار کے ساتھ مکالمہ کرتا ہے اور اُسے بُرا بھلا کہتا ہے۔ تلوار جواباً تاریخ کے صفحات سے مثالیں اور دلائل دے کر یہ ثابت کرتی ہے کہ میں تو دُنیا میں امن اور انصاف پھیلانے کا باعث بنی ہوں۔ حیرت ہے کہ تُم مسلمان ہوتے ہوئے میری اہمیت اور افادیت کے مُنکر ہو۔ بالآخر شاعر اُس کے ناگزیر ہونے کا قائل ہو جاتا ہے۔

مسلمان ہو کے وی توں جان دا نہیں مطلب جو کجھ میری ایجاد دا اے
میرے باجھ تکمیل نوں پہنچدا نہیں تیرے لئی جو حُکم جہاد دا اے (۱۸)

چھوٹی بحر میں ایک نظم بعنوان ''قرآن دا درس'' مسلمانوں کے ضمیر جنجھوڑنے اور دِل ہلا دینے والی بے مثال تخلیق ہے جس کے اکاون (۵۱) اشعار اور ایک سو دو (۱۰۲) مصرعے ہیں۔ ملک فیروز خان نون، وزیر تعلیم حکومت پنجاب کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ شاعر قرآن کی زبان سے خطاب کرتے ہوئے تمہیدی اشعار میں دُنیا پر چھائے ہوئے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کا ذکر کرتے ہیں۔ اندریں حالات اپنی آمد اور دُنیا کو قرآنی نور سے منور کر دینے کا تذکرہ ہوتا ہے اور آخر میں عصر حاضر کے مسلمانوں کی جاہلانہ طرز زندگی کا رونا رویا جا رہا ہے۔

چڑھاون مخملی جزدان مینوں نہ سمجھن اُنج پر نادان مینوں
کدی بُھل کے جے مینوں کھولدے نیں تے فتوے کفر دے پئے پھولدے نیں

بے عملی تھیں دِلی تسکین رہ گئی　　فقط مویاں لئی یُس رہ گئی
بُھوائے مُکھ میتھوں اَج عزیزاں　　نہ رہیاں دِین دُنیا وچ تمیزاں (۱۹)

''دانے جانگلی'' مسدس نظم ہے۔اُنیس (۱۹) بند اور ایک سو چودہ (۱۱۴) مصرعے ہیں۔آنریبل، خان بہادر چوہدری سر شہاب الدین سپیکر پنجاب اسمبلی کی صدارت میں'' پنجاب سوسائٹی'' کے سالانہ اجلاس میں گورنمنٹ کالج لاہور کے آڈیٹوریم میں پڑھی گئی۔اِس نظم میں ہندوستانیوں سے خطاب کرتے ہوئے ہندوستانی معاشرے کی زبوں حالی کا تذکرہ خوبصورت واقعاتی انداز میں کیا گیا ہے۔ایک سمندری سفر میں طوفان آ جانے سے جہاز غرق ہو جاتا ہے اور شاعر جو کہ مسافر تھا ایک تختے پر سوار سمندری موجوں کے سہارے ایک جنگل میں پہنچ جاتا ہے۔چلتے چلتے اُسے آبادی نظر آتی ہے اور وہ وہاں عارضی طور پر بسیرا کر لیتا ہے۔اپنے جیسے انسان نظر آنے پر اُن میں گھل مِل جانا چاہتا ہے مگر بہت جلد اُسے اُن کی بے وفائی، بے رُخی اور آپس کی تفرقے بازی کا اندازہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔شاعر دیکھتا ہے کہ اِس معاشرے کے لوگ ایک دوسرے کی جان و مال کے دُشمن اور ایک دوسرے سے خواہ مخواہ حسد کرنے والے ہیں۔ایسے میں شاعر بددل ہو کر بستی سے دُور ایک سمت چل پڑتا ہے جہاں اُسے اُجاڑ میں ایک خوبصورت قلعہ نما گلزار نظر آتا ہے۔وہاں پہنچ کر اُس گل گلزار میں اُسے ایک خوب رُو رنگ رُوپ کی دیوی بیٹھی نظر آتی ہے۔شاعر اُس کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھتی اور پوچھتی ہے کہ تم کون ہو ؟ شاعر اپنے سمندری سفر کا ماجرا بیان کرتا ہے اور اُس دیس کی بابت اُس دیوی سے سوال کرتے ہوئے کہتا ہے :

کہڑا دیس تے کون وسنیک نیں ایہہ، میرے آئے دیاں آدراں کرن والے
مینوں مار کے مرن تے تُلے ہوئے نیں کل دے یار میرے مرنے مرن والے (۲۰)

شاعر کی بات سُن کر وہ دیوی بولی کہ مَیں وہ پیار اور امن کی دیوی ہوں جو کبھی اِن لوگوں پر راج کرتی تھی یہاں ہر وقت رُت بہاری ہی رہتی تھی اور یہ اُجڑا چمن کبھی پریم نگر ہوا کرتا تھا۔اب یہاں نفرت اور آپس کی دُشمنیوں کا راج ہے۔اور پھر افسردگی کے عالم میں پیار کی وہ دیوی آہ بھر کر کہتی ہے :

لگی اگ جد دی ایتھے وَیر دی اے پا پا پانی پیار دا تھک گئی آں
مورکھ اُکا نہیں گل تے چِت لاندے مَیں تے آکھدی آکھدی اَک گئی آں (۲۱)

وہ دیوی کہنے لگی کہ اب مَیں ہمت ہار چکی ہوں اور مَیں نے اِس بستی کو خیر باد کہہ کر یہاں اُجاڑ

میں آن بسیرا کرلیا ہے۔ پھر بولی کہ یہ لوگ حیوان نہیں ہیں بس ''دانے جانگی'' ہیں یعنی عقل مند ہوتے ہوئے بھی نادان اور بے وقوف بنے ہوئے ہیں۔ نظم کے آخری شعر میں اُس دیس کا نام بتاتے ہوئے کہتی ہے :

مارے شرم دے مَیں نہ فقیر دَسدی پر ہُن پاس کجھ آئے مہمان دااِی
پیا واہ تیرا نال اے ہندیاں دے تے ایہہ دیس مورکھ ہندوستان دا اِی (۲۲)

'' مِٹی تے انسان'' مسدس نظم ہے۔ اِس نظم کے چودہ (۱۴) بند ہیں اور چوراسی (۸۴) مصرعے ہیں۔ یہ نظم خان بہادر ڈاکٹر سر میاں محمد شفیع، بارایٹ لاء کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے اجلاس میں پڑھی گئی۔ بنی نوع انسان کو مخاطب کرتے ہوئے یہ واقعاتی انداز میں کہی گئی نظم ہے۔ اس نظم میں شاعر بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک روز خیالوں کی دُنیا میں گُم سُم ایک چھپر کے کنارے جا بیٹھتے ہیں اور وہاں سے گیلی مٹی اُٹھا اُٹھا کر کھلونے بنانے لگ جاتے ہیں۔ توتا، مینا، بُلبُل اور کبھی پھول بنا بنا کر رکھتا جا رہا ہے۔ کچھ وقت اسی بچپن کی حرکتوں میں گذرتا ہے تو یہ سوچ کر کہ مَیں یہ کیا فضول بچوں کی سی حرکتیں کرنے بیٹھ گیا ہوں وہ سب کھلونے چھپر میں پھینک کر وہاں سے روانہ ہونے لگتا ہے تو مٹی پیچھے سے آواز دیتی ہے :

مٹی ٹردیاں ویکھ آواز دِتی ٹھہر اوئے پُتلیا ناز غرور دیا
میری گل سُن کے جا، جے جاوناں ای وے شوقین غلمان تے حور دیا (۲۳)

شاعر عالم حیرت میں پیچھے مڑ کر بولتی ہوئی مٹی کو دیکھتے ہیں تو وہ گویا ہوتی ہے :

بولی فیر مٹی دِل وچ خوف نہ کر بُھلاں تیریاں کجھ مَیں گوانیاں نیں
مٹھے جھناں دے نال غرور تیرا گلاں سچیاں چار سنانیاں نیں (۲۴)

بعدازاں مٹی کی زبان سے شاعر نے عالم انسانیت کو تخلیق آدم علیہ السلام سے آج تک مٹی کے انسانی زندگی میں کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے انسانوں کو اُن کی اوقات یاد کروانے اور عجز وانکساری کا سبق دینے کا فرض نہایت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔

گذشتہ صدی کے ادبی ایوانوں میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے شعری افکار کی گونج سے کسی بھی زبان میں لکھنے والا کوئی بھی مفکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ فکر اقبالؒ کی چھاپ اُس دور کے ہر مہان قلم کار اور تخلیق کار کے ہاں نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی علامہ اقبالؒ کے ساتھ عقیدت نہ صرف یکساں روحانی سلسلے اور علاقائی تعلق داری کی بنیاد پر تھی بلکہ وہ نظریاتی اور فکری حوالے سے بھی اقبالؒ کے مکتبۂ فکر

کے پیروکار تھے۔ علامہ اقبالؒ نے اپریل ۱۹۰۹ء میں اپنی شہرہ آفاق نظم'' شکوہ'' انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں سنائی اور جواب شکوہ ۱۳-۱۹۱۲ء میں موچی دروازہ لاہور کے باہر اُس جلسہ میں سنائی جو مولانا ظفر علی خان کے زیر اہتمام جنگ بلقان کے سلسلہ میں منعقد ہوا تھا (۲۵)۔ اِن نظموں نے ہندوستان کے ادبی اور مذہبی ایوانوں میں کہرام برپا کر دیا۔ شکوہ کے منظر عام پر آنے کے بعد تو مذہبی حلقوں نے طرح طرح کے فتوے لگانے شروع کر دیئے۔ بعدازاں جب جواب شکوہ سامنے آئی تو بہت سوں کے مُنہ بند ہو گئے۔ اِن دو نظموں کے زیر اثر مختلف زبانوں کے شعراء نے طبع آزمائی شروع کی۔ صدائے فقیر میں شامل بالعموم تمام نظمیں فکرِ اقبالؒ کے زیر اثر لکھی گئی ہیں اور بالخصوص نظم ''اِسلام دا پیغام'' تو شکوہ جواب شکوہ ہی کے سلسلے کی ایک کڑی محسوس ہوتی ہے۔

''اِسلام دا پیغام'' مسدس نظم ہے۔ اِس نظم کے سترہ (۱۷) بند ہیں اور (۱۰۲) مصرعے ہیں۔ یہ نظم مہارانا ناہر سنگھ نصر اللہ خان صاحب والئے ریاست آمود ربھڑائچ کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے اجلاس میں پڑھی گئی۔ شاعر خیالی دُنیا میں روضہء رسول ﷺ پر حاضر ہو کر اُمت کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ روضہ مبارک میں سے نہایت زبوں حالی میں ملبوس ایک شخص نمودار ہوتا ہے اور رونے دھونے کی وجہ پوچھتا ہے۔ شاعر پھر اُمت کی بدحالی کا تذکرہ کرتا ہے۔ وہ شخص اپنا نام'' دین اسلام '' بتاتا ہے۔ اور اُمت کی بے راہ روی کا رونا روتے ہوئے کہتا ہے کہ مَیں نے تو تمہاری بداعمالیوں سے تنگ آ کر روضہء رسول ﷺ میں پناہ لے رکھی ہے۔ اسلام شاعر کو کہتا ہے کہ دُنیا میں مسلمانوں کی بدکرداریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے میری خوامخواہ بدنامی ہو رہی ہے اور پھر آخر میں اِن الفاظ میں تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے :

عزت شان جے جگ دی لوڑدے او کردے پھرو نہ نام بدنام میرا
آقا قوماں دے بنو جے چاہوندے اواک اک ہو کے رہوو غلام میرا
کرو عمل میریاں حکماں ساریاں تے ہووے خاص بھاویں یا کوئی عام میرا
وسو نال پیار دے اک ہو کے بس ایہہ لے جا فقیر پیغام میرا
کرو چُست تن بدن نوں فیر مڑ کے جاے پہن عملی زندگانیاں دے
جھنڈے جے کر جہان تے گڈنے جے مڑ کے اوہو ہلال نشانیاں دے (۲۶)

''شرم دے ہنجو'' بھی مسدس نظم ہے۔ اِس نظم کے آٹھ (۸) بند ہیں اور بیالیس (۴۲) مصرعے ہیں۔ یہ نظم خان بہادر ڈاکٹر سر میاں محمد شفیع، بار ایٹ لاء کی صدارت میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے اجلاس میں پڑھی گئی۔ اِس نظم میں بھی شاعر نے بحضور صاحب کائنات حضرت محمد ﷺ اُمت کی بے عملی اور بداعمالیوں کا ذکر کر کے ندامت کا اظہار کیا ہے۔

آخر میں ''دُعا'' کے عنوان سے نو (۹) اشعار پر مشتمل ایک دُعائیہ نظم ہے جو کہ صدائے فقیر کا اپنا ایک منفرد اسلوب اور انداز بیان رکھتی ہے۔ اِس نظم میں شاعر ملت اسلامیہ کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتے ہوئے بارگاہ ربوبیت میں مسلمانوں کی گم شدہ عزت وتوقیر کی بحالی کے لیے دعا گو ہے۔

الٰہی مڑ چوفیرے پالیا ظلمت نے گھیرا اے
الٰہی فیر دُنیا تے ہنیرا ای ہنیرا اے
وکاندی اج پئی ظلماں دی بھیڑی جنس سستی اے
ہِر اوجڑ جان نوں یارب مسلماناں دی بستی اے
نہ دِسدی پئی کوئی ایہناں وچ اسلامی نشانی ایں
کوئی حامی شرارت دا کوئی ظلماں دا بانی ایں
بُت آذر دے پئے ہِر کوئی ابراہیم چاہندے نیں
وطیرے دَیر دے مُڑ حرم دی ترمیم چاہندے نیں
ترے فضلوں اوہو شوکت مسلماناں دی ہو جائے
جماعت فیر یا مولا پریشاناں دی ہو جائے(۲۷)

آخری شعر افکار اقبالؒ کی جانب توجہ دِلا رہا ہے:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ ترے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں(۲۸)

کتاب کے آخر میں حمدیہ، نعتیہ اور حکمت و دانش وری سے بھرپور چونتیس قطعات، رباعیات اور چو مصرعے شامل کیے گئے ہیں۔

☆☆☆☆

حوالے

۱) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، پہلا ایڈیشن، حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام (شیخ) حسن الدین،۱۹۲۴ء
۲) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۲، پہلا ایڈیشن، حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام (شیخ) حسن الدین،۱۹۲۴ء
۳) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۳، دوسرا ایڈیشن، قریشی بُک ایجنسی، بیرون لوہاری گیٹ، لاہور،۱۹۵۴ء
۴) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۵ دوسرا ایڈیشن، قریشی بُک ایجنسی، بیرون لوہاری گیٹ، لاہور،۱۹۵۴ء
۵) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، تیسرا ایڈیشن، ص۵ میاں مولا بخش کشتہ اینڈ سنز تاجران کتب ٹیمپل روڈ، لاہور ۱۹۵۸ء
۶) شہباز ملک، ڈاکٹر، آزادی دے مجاہد لکھاری، ص۹، مکتبہ میری لائبریری، لاہور،۱۹۸۱ء
۷) محمد جنید اکرم، کچی مندیر پر ایک چراغ، بزمِ فقیر پاکستان، اگست ۲۰۱۱، ص۱۸۳
۸) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۱۶، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۹) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۱۷، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۰) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۲۳، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۱) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۲۵، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۲) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۳۴، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۳) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ۳۷، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۴) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۴۶، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۵) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۵۲، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۶) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۶۰، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء
۱۷) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص۶۲، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۱۸) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۷۷، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۱۹) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۸۰، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۰) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۹۳، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۱) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۹۴، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۲) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۹۴، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۳) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۹۷، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۴) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۹۷، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۵) سلیم یوسف چشتی، شرح بانگ درا، ص ۳۱۰/ ۳۹۳، مکتبہ تعمیر انسانیت، اُردو بازار، لاہور

۲۶) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۱۰۶، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۷) فقیر محمد فقیرؒ، ڈاکٹر، صدائے فقیر، ص ۱۱۰، چوتھا ایڈیشن بزم فقیر پاکستان، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

۲۸) علامہ اقبال، ضرب کلیم (کلیاتِ اقبال) ص ۵۹۵/ ۱۹۵، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۰ء